Negotiations 2:1 (2022) pp. 01-09 **ISSN: 2789-293X**

کلیاتِ مکاتیبِ اقبال مرتبہ سید مظفر حسین برنی کے حواشی تعلیقات اور اشاریہ سازی: تحقیقی مطالعہ

Footnotes of Iqbal's Letters Edited by Mr. Burni: A Research Study

[Muhammad Amir Iqbal](#)
Assistant Professor, Urdu Department University of Sialkot, Sialkot, Pakistan.
[Ubaida Tasneem](#)
SSS, GGHSS, Bagh, Jhang, Pakistan.
[Sabina Awais](#)
Assistant Professor, Urdu Department, GCW University Sialkot, Sialkot, Pakistan.

KEYWORDS

Iqbal's Letters
Political Thought
Mr. Burni
Artistic Abilities
Complication
Technical Points

DATES

Received	12-01-2022
Accepted	08-02-2022
Published	20-03-2022

QR CODE

ABSTRACT

One can see thought, philosophy, knowledge and literature in Iqbal's letters. There are religious thoughts too. Political vision of Iqbal can also be observed in his letters. The work of compiling and editing Iqbal's letters is in progress. Experts have tried to understand Iqbal's thought according to their own vision. They had done their duty of translation and editing. Mr. Burni has compiled all the available letters of Iqbal. They have the status of scientific and literary document. He has also compiled comments using technical features. He has also arranged the indexing. Reading this article will help to understand the meaning of comments. There will be access to the principles of indexing. By studying it, researchers will see examples from Iqbal's letters and will master the artistic abilities of literature along with Iqbal's thought.

DOI: https://doi.org/10.54064/negotiations.v2i1.34

تلخیص:

اقبال کے خطوط میں فکر و فلسفہ ہے۔ علم و ادب ہے۔ مذہبی افکار ہیں۔ سیاست ہے۔ اقبال کے خطوط کی ترتیب و تدوین کا کام جاری و ساری ہے۔ ماہرین نے اپنے اپنے انداز سے فکرِ اقبال کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی شرح و تفسیر اور تدوین کا فریضہ سر انجام دیا ہے۔ سید مظفر حسین برنی ہندوستان کے معروف اقبال شناس تھے۔ آپ اعلیٰ ترین سرکاری عہدوں پر تعینات رہے۔ مصروفیات کے باوجود اقبالیات کے لیے وقت نکالتے

تھے۔ آپ نے اقبال کے تمام دستیاب خطوط یک جا کیے جو علمی و ادبی دستاویز کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فنی خوبیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے تعلیقات بھی مرتب کیے ہیں اور اشاریہ سازی کا اہتمام بھی کیا ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ سے تعلیقات کے مفہوم سے آگاہی حاصل ہو گی۔ اشاریہ سازی کے اصولوں تک رسائی حاصل ہو گی۔ اس کے مطالعہ سے محققین خطوطِ اقبال سے مثالیں دیکھیں گے اور فکرِ اقبال کے ساتھ ہی ادب کی فنی صلاحیتوں میں مہارت حاصل کریں گے۔

خطوط اظہارِ خیال اور تاثرات کی ترسیل کا مستند ترین ذریعہ ہیں۔ خط میں مکتوب الیہ اپنے جلوت و خلوت کے احوال و کیفیات کا اندراج بے تکلفانہ انداز سے کرتا ہے اور اپنی دلی کیفیت کا اظہار کرتا ہے۔ اقبالیاتی ادب میں افکار کا بحر بے کراں پوشیدہ ہے۔ اگر ہم اقبال کے خطوط کا مطالعہ کریں تو ایسے گراں قدر گوہر نصیب ہوتے ہیں جنہیں پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ یہ حیرت فہم و فراست کے دریچے کھول کر فکر و فن کی نئی راہوں کا مسافر بنا دیتی ہے۔ قاری اپنی بصیرت کو بروئے کار لاتا ہے اور نئی دنیا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ اس طرح فکر و فن کے گوہر ہائے آب دار علم و ادب کے خزانے کو مزیّن کرتے ہیں۔ ماہر اقبال شناس اپنی صلاحیتوں کے بوتے پر اقبالیات کے لیے نئی راہوں کی تحقیق و تصدیق کے لیے کوشاں ہیں۔ ایسی ہی اقبال شناس شخصیت ہندوستان کے سید مظفر حسین برنی کی بھی ہے۔ سید مظفر حسین برنی کا تعلق "برن" (بلند شہر) کے ایک ذی وقار خانوادے سے تھا۔ آپ نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی اس میں خدمتِ علم و ادب کی ایک طویل اور مسلسل روایت رہی ہے۔ آپ ۱۴، اگست ۱۹۲۳ء کو بلند شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلیمی سلسلہ بہت عمدہ رہا۔ آپ نے بی۔ اے میں انگریزی ادب میں ٹمپل گولڈ میڈل حاصل کیا پھر انگریزی ہی میں ایم۔ اے بھی کیا۔ ۱۹۴۷ء میں انڈین ایڈمنسٹریٹو سروس "آئی اے ایس" کے مقابلہ کے پہلے امتحان میں کامیاب ہوئے اور ریاست اڑیسہ میں تعینات ہوئے۔

مرکزی حکومت نے آپ کی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کیا۔ آپ جوائنٹ سیکرٹری کمیونٹی ڈویلپمنٹ رہے۔ محکمہ زراعت میں جوائنٹ سیکرٹری رہے۔ ایڈیشنل سیکریٹری وزارتِ پٹرولیم و کیمیکلز کا انتظامی عہدہ سنبھالے رکھا۔ وزارتِ اطلاعات و نشریات کے اہم ترین ادارے میں سیکریٹری رہے۔ بورڈ آف ریونیو میں رلیف کمشنر رہے۔ چیف سیکرٹری اور ڈویلپمنٹ کمشنر کے اعلیٰ ترین عہدوں پر ذمہ داریاں سرانجام دیں۔ وزارتِ داخلہ میں سیکرٹری جیسے عہدے پر کام کر کے نیک نامی حاصل کی۔ ناگالینڈ، منی پور، تری پورہ اور ہریانہ کے گورنر رہے۔ مرکزی حکومت کے اقلیتی کمیشن کے چیئرمین رہے۔ پبلک سیکٹر کے تقریباً آٹھ اداروں میں ڈائریکٹر کی حیثیت سے ذمہ داریاں سرانجام دیں۔ بہت سی بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کی اور تقریباً ۲۴ ممالک کی سیر و سیاحت بھی کی۔ اتنی مصروفیت کے باوجود آپ کے دل میں فکرِ اقبال کو پروان چڑھانے کا جذبہ کبھی کم نہ ہو سکا اور آپ نے اقبال شناسی کا نیا باب رقم کیا۔

ایسے ہنگامے میں جب کہ مذہبی، لسانی اور علاقائی تعصب بڑھتا جا رہا تھا اس وقت برنی صاحب نے بھوپال میں ایک خطبہ دے کر وقت کی ضرورت اور تقاضوں کے عین مطابق فکرِ اقبال کا شعور بیدار کیا۔ اس خطبہ میں اقبال کے کلام میں حب الوطنی، قومی یک جہتی اور مذہبی رواداری کے پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۴ جنوری ۱۹۸۴ء کو بھوپال یونیورسٹی میں پڑھا جانے والا یہ خطبہ برنی صاحب کو بامِ عروج تک لے گیا اور اس طرح ادبی حلقوں میں آپ کو اقبال شناس کے طور پر پہچانا جانے لگا۔ برنی صاحب کی شہرت بھی ہوئی اور ان پر مسلسل تنقید بھی کی گئی مگر جب تک آپ زندہ رہے دل برداشتہ نہ ہوئے اور اقبال سے اپنی محبت کو کم نہ ہونے دیا بلکہ کسی نئی تحقیق میں مگن رہے اور آخر کار ایک اور شاہکار مرتب کیا۔ یعنی اقبال کے خطوط جو فکر و

فن، سیاست، اسلامی افکار کی لذت اور دل کشی سے لب ریز ہیں۔ انہیں زندگی کے گمشدہ گوشوں سے نکال کر چار جلدوں کی صورت میں منظرِ عام پر لائے۔ اس طرح آپ نے اقبال سے اپنی محبت کا ثبوت بھی دیا اور پھر اقبال کے خطوط کے حوالہ سے نئی سے نئی تحقیق کی دعوت بھی دی۔

سید مظفر حسین برنی نے مکاتیبِ اقبال کی ترتیب و تدوین میں اپنی فنی خوبیوں کو بروئے کار لا کر انہیں بہت اہم بنا دیا۔ آپ کی سلیقہ مندی کی بدولت اقبال کے خطوط یک جا نصیب ہوئے ہیں۔ آپ نے حواشی تعلیقات اور اشاریہ سازی میں بھی ہنر مندی کا مظاہرہ کیا۔ اس مضمون میں حواشی تعلیقات اور اشاریہ سازی کی تفصیل پیش کی گئی ہے اور برنی صاحب نے کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی ترتیب و تدوین میں ان فنی نکات سے محبانِ اقبال کو جو فائدہ فراہم کیا ہے، اس پر تفصیلی نگاہ ڈالی جا سکتی ہے۔

تعلیقات بھی حواشی کی ایک صورت ہے۔ تعلیقات کو تشریحات کہتے ہیں۔ تعلیقات تعلیق سے ماخوذ ہے جس کا مطلب موخر کرنا ہے۔ متن کے بارے میں ایسی وضاحتیں جو حواشی کی حدود میں رہیں اور اپنے اندر زیادہ وضاحت لیے ہوئے ہوں ان کا اندراج تعلیقات میں کیا جاتا ہے۔ انہیں کو مقالے / متن کے آخر میں درج کیا جاتا ہے۔ تحقیق میں تعلیقات کا استعمال کوئی نئی چیز نہیں۔ مسلمان مفسرین نے قرآن مجید کے معنی و مطالب کو احسن طریقے پر سمجھانے کے لیے تعلیقات کو زریعہ اختیار کیا جن میں نہ صرف اپنی سوچ کی وضاحت کی بلکہ دیگر مفسرین کی رائے سے قاری کو آگاہ کیا اور اپنے خیال سے ان کا تقابلی جائزہ بھی پیش کیا۔

صحیح متن کی اہمیت و افادیت اصل میں مفید حواشی و تعلیقات پر مبنی ہے۔ جس قدر یہ مفید ہوں گے اسی حساب سے متن کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر ان کا اہتمام نہ کیا جائے تو متن کی تدوین و ترتیب کا کام ادھورا رہتا ہے تعلیقات اور حواشی میں مقصدیت کے لحاظ سے تو کوئی فرق نہیں مگر نوعیت کے لحاظ سے تھوڑا سا فرق ہے۔ تعلیقات 'حواشی کے مقابلہ میں ذرا زیادہ تفصیلات میں ہوتے ہیں۔

تعلیقات کا بنیادی مقصد تشریحات و تصریحات ہے۔ اگرچہ اہمیت کے لحاظ سے حواشی میں بیان کردہ اہمیت کے نکات تعلیقات کی اہمیت کے ضمن میں بھی گنوائے جا سکتے ہیں جس کی مثال سید مظفر حسین برنی کی مرتب کردہ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد اول ہے کیونکہ اس میں وہ حواشی جو خطوط کے ختم ہونے پر شخصیات کے حوالہ سے دیے گئے ہیں جو متنی بھی ہیں اور تصنیفی حواشی بھی۔ ان کی ایک لمبی فہرست کے بعد تعلیقات کی جگہ متفرقات کے طور پر کچھ موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے جو کہ دراصل تعلیقات ہی کی شکل ہیں۔

تعلیقات میں کسی مصنف کے نظریے یا تصور کو زیادہ تفصیل کے ساتھ جانا جا سکتا ہے جو کہ اصل متن کے اندر ممکن نہیں ہوتا۔ تعلیقات میں کسی شخصیت، لفظ، اصطلاح، تلمیح، واقعہ اور مقام وغیرہ کے پس منظر اور پیش منظر کو جانا جا سکتا ہے جو اصل متن میں ممکن نہیں ہوتا۔

تعلیقات میں کی گئی تصریحات و تشریحات کی وجہ سے اس پر کسی کام کرنے والے محقق کا خاصا وقت ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے۔ نیز اس کی تحقیق کے لیے ضروری مواد فراہم ہوتا ہے۔ تعلیقات کی وجہ سے کسی محقق کے لیے تحقیق کی خاطر کئی نئے موضوع اور مسائل کی نشان دہی ہو جاتی ہے۔ تعلیقات کی وجہ سے متن میں موجود ابہام کے کسی بھی پہلو کو زیادہ سے زیادہ کم کیا جا سکتا ہے یا ممکن طور پر ختم کیا جا سکتا ہے۔ تعلیقات میں متن کے مختلف مآخذ اور اختلافی مسائل کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ جس سے تدوین میں آسانی رہتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھنا چاہیے کہ اگر کسی محقق نے کسی مصنف کے متن کی تصحیح و ترتیب کا کام کرنا ہو تو اس متن سے متعلقہ تعلیقات اس سلسلہ میں انتہائی سود مند ثابت ہوتے ہیں۔

تعلیقات میں مصنف کی سوچ کی تصریح کے علاوہ دیگر ماہرینِ فن و ادب کی آراء کو بھی اس میں جگہ دی جاتی ہے جس سے قاری پورے خیال یا موضوع کو بھرپور جامعیت سے اپنی فکری گرفت میں لے سکتا ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

"تعلیقات کی وجہ سے اس ذیلی مواد کو سمجھنے میں آسانی رہتی ہے جسے بوجہ خطرہ طوالت متن
میں درج نہیں کیا گیا ہوتا اور حواشی میں محض اس کا مختصر ترین تعارف ہی مل سکتا ہے"[1]

درج بالا قواعد کی روشنی میں ان تعلیقات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے جو کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی چاروں جلدوں میں موجود ہیں۔ سید مظفر حسین برنی نے حواشی کی لمبی فہرست اور مستند معلومات فراہم کرنے کے بعد تعلیقات کو جگہ دی ہے۔ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد اول میں تعلیقات کو متفرقات کا نام دیا گیا ہے۔ یہاں سید مظفر حسین برنی نے درض ذیل عنوانات کے حوالہ سے تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

"جنگ ہائے بلقان، حماسہ (فنِ شاعری کی وہ قسم ہے جسے رزمیہ کہہ سکتے ہیں) سود یشی
تحریک، فتح قسطنطنیہ اور نفحات اور فلسفہ عجم"[2]

کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد دوم کے صفحہ (۱۰۹۷) پر سید مظفر حسین برنی نے "۱۷" موضوعات کی فہرست دی ہے جو کچھ اس طرح ہے۔

"اثرِ ابنِ عباس، اسماعیلیہ فرقہ، اقبال اور مسئلہ فلسطین، بابی اور بہائی تحریک، بنگال
سکول کی مصوری، تزکِ تیموری، چیمبر آف پرنسز، حیات رحیم، سائمن کمیشن، شدھی
تحریک، شمسِ بازغہ، طبقاتِ ابن سعید، فیہِ مافیہ، کتاب الفرج، مآثر الکرام، مسلم
ایسوسی ایشن مدراس اور نوابانِ کنج پورہ"[3]

کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد سوم میں تعلیقات کے موضوعات کے ساتھ اکثر جگہ متعلقہ خط کی تاریخ بھی درج کی گئی ہے جس سے تعلیقات میں آنے والے موضوعات کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ یہ کس خط میں استعمال ہوئے ہیں۔ تعلیقات کے موضوعات کچھ یوں ہیں۔

"القول الجیلی، برہمو سماج، تسویلات فلسفہ ۴ ستمبر ۱۹۳۳ء۔ دائرہ المعارف
حیدرآباد ۳۰ جنوری ۱۹۳۰ء۔ رسالہ غایتہ المکان فی درایتہ الزمان ۱۸۔ اگست
۱۹۳۳ء۔ ساردایکٹ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۳ء۔ سیر السماء، شانِ نزول مکتوب محررہ ۲۵
ستمبر ۱۹۳۰ء۔ حالاتِ کشمیر ۱۳ جولائی ۱۹۳۳ء۔ ملنڈ پنھو ۶ فروری ۱۹۳۰ء۔ موافق
۲۲۔ اگست ۱۹۳۳ء۔ نزہتہ الخواطر، مکتوب بنام شیخ اعجاز ۱۳ ستمبر ۱۹۳۳ء۔ مکتوب
بنام سید نذیر نیازی ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۳۴ء"[4]

کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد چہارم میں دو مرتبہ تعلیقات کے موضوعات دیے گئے ہیں۔ دراصل چند خطوط ضمیمے کے طور پر دیے ہیں اس لیے ان کے حواشی اور تعلیقات دو مرتبہ دیے گئے ہیں۔ پہلی مرتبہ تعلیقات کے موضوعات صفحہ ۸۹۷ پر ہیں جن کی تعداد ۱۵ ہے موضوعات یہ ہیں۔

---

[1] عبدالحمید خاں عباسی، **اصولِ تحقیق** (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2003ء)، 205۔

[2] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد اول، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1999ء)، 1125-1133۔

[3] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد دوم، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1999ء)، 1098-1116۔

[4] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد سوم، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1999ء)، 1026-1056۔

اقبال اور مولانا حسین احمد مدنی کے درمیان قوم و وطن کے تصورات پر اختلافات، اے نیو مسلم ورلڈ ان میکنگ، الدّر منشور، السیف المسلول علی شاتم الرسول، مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی نبوت کے ضمن میں، (علاقہ) برار اور نظام دکن، بین نورانی تحریک، تکملہ مجمع بحار الانوار، تصورِ وطن و ملت پر مولانا حسین احمد مدنی سے اختلاف، سیاحت نامہ ابراہیم بیگ، شیخ عطا اللہ کی کتاب، عول، مکتوب بنام محمود افشار محررہ ۲۴، جنوری ۱۹۳۶ء مسجد شہید گنج، ملنڈ پنھو۔[5] جلد چہارم ہی کے ایک صفحہ پر ایک موضوع مسلم کانفرنس بھی ہے۔[6]

مندرجہ بالا تعلیقات کے تمام موضوعات کا مطالعہ کرنے سے اقبالیات کی تحقیق کے لیے نئے موضوعات کی راہیں کشادہ ہو سکتی ہیں اور محققین کے لیے عنوانات برائے تحقیق کا ذخیرہ استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

جہاں تک اشاریہ سازی کا تعلیق ہے تو یہ ایک تکنیکی عمل ہے۔ جس میں کتاب میں موجود تمام اطلاعات قاری کو مکمل طور پر فراہم کی جاتی ہیں۔ اشاریہ عام طور پر درج ذیل امور پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۱) کتاب کے آخر میں متن میں مذکورہ اشخاص، مقامات، کتب، اداروں وغیرہ کی ہجائی ترتیب مع صفحہ نمبر۔

(۲) کسی ادیب کی تخلیقات نیز اس کی لکھی گئی کتابوں اور مضامین کی سلسلے وار فہرست۔

موجودہ دور میں اشاریہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ حقیقت میں نہایت مفید بھی ہے اور کام کی چیز ہے۔ اس سے عام قاری کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور تحقیق کرنے والے کو بھی۔ خصوصاً نئے محقق کو۔ اس سے محققین کی راہ نمائی بھی ہوتی ہے اور وقت بھی ضائع نہیں ہوتا۔ اس لیے اشاریہ بہت محنت اور دلچسپی سے تیار کرنا چاہیے۔ جتنے اہم موضوعات کتاب میں ہوں، اشاریہ میں سب کا احاطہ کیا جانا ضروری ہے۔ اشاریہ کے اپنے اہم مقاصد ہوتے ہیں۔ کسی کتاب کے اشاریے کے مختلف مقاصد سامنے آتے ہیں۔ اس کے بغیر کتاب خاموش تو نہیں ہوتی البتہ بہت سست رفتاری سے اپنے قاری سے مخاطب ہوتی ہے۔

اشاریہ بنانے کا اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ کتاب میں موجود تمام اطلاعات قاری کو کسی پریشانی کے بغیر مکمل طور پر فراہم کر دی جائیں۔ کتاب کا اشاریہ اس کے مندرجات و مشتملات کا راہ نما ہوتا ہے۔ کتاب میں اشاریے کے بغیر کسی چیز کو یقین کے ساتھ تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ جو شخص پوری کتاب پڑھنا نہیں چاہتا یا اس کو پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے اور وہ اس میں سے کسی خاص پیرے، کسی چیز یا انفارمیشن کو تلاش کرنا چاہتا ہے تو اشاریہ اس کی مدد کرتا ہے۔ اشاریہ بتاتا ہے کہ اس کتاب میں کیا موجود نہیں ہے۔ اس طرح بہت سا وقت بچ جاتا ہے۔ مختصر طور پر ان مقاصد کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ اشاریہ:

(۱) کسی خاص چیز کی طرف حوالہ دیتا ہے۔

(۲) کتاب کسی خاص منصوبے کے تحت ایک ترتیب سے لکھی جا سکتی ہے۔ اشاریہ اس امر کی تلافی کرتا ہے اور اس تک کئی قسم کی رسائی کے نظام فراہم کرتا ہے۔

(۳) کتاب کے مندرجات کے تعلقات کی نشاندہی کرتا ہے۔

---

[5] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد چہارم، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1998ء)، 899-929۔

[6] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد چہارم، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1998ء)، 1081۔

(۴)چیزوں کی عدم موجودگی کی وضاحت کرتا ہے۔

(۵)اشاریہ ساز کو روزی کا سامان فراہم کرتا ہے۔

(۶)جن اخبارات اور رسائل کے اشاریے بن جاتے ہیں۔ان کی شکست کم ہو جاتی ہے۔اخباری کاغذ جلد شکستہ ہو جاتا ہے۔اگر ان کا اشاریہ نہ ہو گا تو بار بار کے استعمال سے ان کا کاغذ شکستہ ہو جائے گا۔

(۷)اشاریہ اس وقت بھی مفید ثابت ہوتا ہے جب کتب خانہ سے کتابوں کو جاری کروانے کے لیے منتخب کیا جاتا ہے یا کتب کی دکان سے ان کو خریدا جاتا ہے۔انتخاب کرنے والا جو چند خاص معاملات میں دلچسپی رکھتا ہے' جلد دیکھ لیتا ہے کہ کتاب ان چیزوں کو اپنے اندر رکھتی ہے؟اور اگر رکھتی ہے تو کس قدر تفصیل کے ساتھ۔

اشاریے کا مقام تحقیقی کتاب یا مقالے کا آخیر ہوتا ہے اور اسے تیار بھی کتاب سے فراغت کے بعد کیا جاتا ہے۔ماہرین تحقیق نے ترتیب اشاریہ کے دو اسلوب متعین کیے ہیں۔

پہلا اسلوب یہ ہے کہ اشخاص، کتابوں اور مقامات کو ملا جلا کر الف بائی ترتیب سے درج کیا جائے۔ہر اندراج کے اگے،ان تمام صفحات کے نمبر درج کیے جائیں جن پر وہ اندراج واقع ہے۔یہ بالکل ضروری نہیں کہ ہر غیر ضروری اور کم اہم نام کو اشاریے میں درج کیا جائے۔

دوسرا اسلوب جو کہ بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ اندراجات کو کئی زمروں میں تبدیل کر دیا جائے۔ان میں اہم ترین دو زمرے ہوں گے۔ایک اشخاص اور دوسرے کتابیں اور رسالے۔ان کے علاوہ مقامات، ادبی اصناف اور موضوعات کو بھی علیحدہ علیحدہ درج کیا جا سکتا ہے۔زیادہ گروہوں کی ضرورت نہیں اشخاص میں ادیبوں اور دوسری اہم شخصیتوں کو لینا چاہیے، مثنوی اور داستان کے کرداروں کو نہیں۔

اگر اشاریہ بہت طویل اور مفصل ہو گا تو ضروری اندراج تلاش کرنے میں دقت ہو گی۔قاری کی ضرورت کو پیشِ نظر رکھ کر اسے حدوں میں اور مختصر رکھا جائے۔طباعت کی اس گرانی کے دور میں آٹھ دس صفحات کا اشاریہ کافی ہونا چاہیے۔اس میں اشخاص، کتب اور رسالے سب سے اہم ہیں۔اس کے بعد ادارے، موضوعات و تحریکات کو لیا جا سکتا ہے اور بس۔

بعض عربی زدہ حضرات اشخاص کو رجال اور مقامات کو اماکنہ کہتے ہیں۔یہ دقیق نگاری مستحسن نہیں۔عام طور پر کتب وغیرہ کے اشاریہ میں یہی انداز اپنایا جاتا ہے۔حواشی و تعلیقات، حوالہ جات، اقتباسات اور اشاریہ سازی کا جائزہ لینے کے بعد جو نتائج سامنے آتے ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(۱)حواشی و تعلیقات، ترتیبِ متن کا نہایت اہم اور لازمی جزو ہیں۔

(۲)حوالہ جات یا تنقیدی و تحقیقی حواشی کے بغیر متن کی تصحیح و ترتیب کا کام درجہ استناد سے محروم رہتا ہے۔

(۳)ہر صفحے پر متن کے نیچے حواشی درج کرنا بہتر اور سہل ہے۔

(۴)تعلیقات و تشریحات مختصر اور جامع ہوں۔

(۵)حواشی و تعلیقات کا قدیم اسلوب یہ تھا کہ صفحہ کے چاروں طرف متن سے متعلقہ معلومات تحریر کی جاتی تھیں۔یوں ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے اس چلن کو خوش گوار مانا گیا ہے کہ صفحہ کے نیچے ایک لکیر لگا کر حواشی و تعلیقات کا اندراج کیا جائے۔

(۶)موقع و محل کے لحاظ سے ان اجزاء میں سے ہر جزو تحقیقی عمل میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔
(۷)ان کے بغیر تحقیق کو مستند و معتبر نہیں بنایا جاسکتا۔
(۸)یہ تحقیقی عمل کا جزو لاینفک ہے۔
(۹)ان میں سے ہر ایک کا اپنا مقام ہے جس سے ان میں فرق کیا جاسکتا ہے۔
(۱۰)ان کی اہمیت و ضرورت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ فنِ تحقیق کے ماہرین نے انہیں خاص اہتمام کے ساتھ بیان کیا اور ہر ایک کے قواعد و ضوابط خوب محنت سے وضع کیے۔
(۱۱)ان کا مطالعہ کرنے اور جائزہ لینے سے عیاں ہوتا ہے کہ تحقیق کے میدان میں کس قدر انسانی ذہن ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔
(۱۲)انہیں اگر ان کے اغراض و مقاصد کے پیشِ نظر احتیاط اور فکر و نظر سے استعمال نہ کیا جائے تو تحقیقی عمل کی قدر و ہمت، حسن و جمال اور جاذبیت میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔

سید مظفر حسین برنی کے کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی تمام جلدوں میں اشاریہ کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی جلد اول میں سب سے پہلے اشاریہ میں اشخاص کا ذکر ہے[7] شخاص کے نام "آ" سے شروع ہو کر الف بائی ترتیب سے "ی" تک لکھے گئے ہیں نام کے سامنے صفحہ نمبر درج ہے اور اگر ایک ہی نام ایک سے زائد صفحات پر ہے تو تمام صفحات کے نمبر درج کیے گئے ہیں۔ بعض نام اس ترتیب سے لکھے ہیں کہ مشہور حصہ پہلے لکھ کر اس ترتیب کی فہرست میں نام درج ہے جیسا کہ خواجہ حسن نظامی کا نام نظامی کے حوالہ سے "ن" کی فہرست میں یہ نام درج ہے یعنی نظامی، خواجہ حسن۔[8]

بعد ازاں دوسری فہرست ہے جس میں فہرست "ب"[9] کے تحت ممالک، شہر، مقامات کے حوالہ سے اشاریہ مرتب کیا ہے۔ ملک یا شہر اور مقام کا نام لکھ کر اس کے سامنے وہ صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے جہاں وہ نام شہر یا ملک یا مقام درج ہے۔ اس طرح آسانی سے متعلقہ جگہ تک رسائی ہو جاتی ہے۔

کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد اول کے اشاریہ کا حصہ (ج) اخبارات و رسائل کے متعلق ہے۔[10] کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد اول میں ۱۹۱۸ء تک اقبال کے تمام خطوط شامل ہیں۔ ان خطوط میں استعمال ہونے والے تمام اخبارات اور رسائل کی اس فہرست میں ہر اخبار اور رسالہ کے سامنے متعلقہ صفحہ نمبر درج کیا ہے جس سے الف بائی ترتیب کے مطابق ہر اخبار یا رسالہ آسانی سے ڈھونڈا جاسکتا ہے کہ اس کے متعلق کیا بات اور کیسے ہے گویا کہ اس کا ذکر کس طرح آیا ہے۔ تحقیق کرنے والوں کے لیے اس میں آسانی یہ ہے کہ وہ متعلقہ خط سے اخبار یا رسالہ کا نام دیکھ کر مزید تحقیق کو بڑھاتے ہوئے اس اخبار یا رسالہ تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

---

[7] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد اول، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1999ء)، 1151۔
[8] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد اول، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1999ء)، 1171۔
[9] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد اول، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1999ء)، 1174۔
[10] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد اول، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1999ء)، 1180۔

کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی جلد اول کے اشاریہ کا حصہ "د" انجمن، ادارے، کانفرنس پر مشتمل ہے۔[11] اس کی الف بائی ترتیب بھی موجود ہے۔ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی جلد اول میں اشاریہ کا آخری حصہ (ہ) میں کتابیں، ڈکشنریز، انسائیکلوپیڈیا شامل ہے۔[12]

کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد دوم کے اشاریہ میں بھی "اشخاص، مقامات، کتابیں، رسائل، ادارے اور تنظیمیں" کے عنوانات سے خاطر خواہ معلومات میسر آئی ہے اور حاشیہ سے متعلقہ چیز تک پہنچنے میں آسانی پائی جاتی ہے۔[13]

کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد سوم کے اشاریہ میں اشخاص، مقامات، کتابیں اور رسائل، ادارے، تحریکیں، انجمنیں اور کانفرنسیں جیسے تمام موضوعات شامل ہیں متعلقہ موضوع کے حوالہ سے درکار معلومات کی خاطر متعلقہ صفحہ تک پہنچنا نہایت آسان ہے۔[14] جلد سوم میں جنوری ۱۹۲۹ء تا دسمبر ۱۹۳۴ء تک کے خطوط شامل ہیں۔ اقبال کی زندگی میں یہ دور سیاسی حوالہ سے خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس دور میں سیاسی روابط بھی عروج پر تھے اس لیے خط و کتابت کے ذریعہ سے بھی سیاسی حالات پر روشنی پڑتی ہے اور پھر گول میز کانفرنسیں بھی اس دور میں ہوئی تھیں۔ جلد سوم کے اشاریہ سے ان تمام اہم امور تک پہنچنا آسان ہے کہ جن کا ذکر اس دوران خطوط میں آیا ہے۔

جلد چہارم کے اشاریہ کی فہرست تو ترتیب میں شامل نہیں مگر اس کے اشاریہ میں بھی وہ تمام اجزاء شامل ہیں کہ جن کا ذکر، پہلے کی تینوں جلدوں میں ہو چکا ہے۔ اشاریہ کا پہلا حصہ "اشخاص"[15] کے حوالہ سے ہے۔ اس کا انداز بھی سابقہ اشاریہ کے مطابق الف بائی ترتیب سے طے کیا گیا ہے۔ دوسری فہرست میں مقامات کا ذکر ہے۔ تیسرے حصے میں کتابیں، رسائل اور اخبارات کا اشاریہ ہے۔

کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی تمام جلدوں کا یہ حصہ اپنے جلو میں حسن و خوبی اور رعنائی کے حسین زیور سے آراستہ نظر آتا ہے جس سے کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی علمی و ادبی رعنائی کو چار چاند لگے ہیں۔ بلاشبہ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی تمام جلدیں علم و فن کے زیور سے بہت عمدہ خزانہ ہیں۔ یہ جہاں مولوف سید مظفر حسین برنی کی اقبال دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہاں اقبال شناساؤں کے علم و فن کے لیے ایک گراں قدر خزانہ بھی ہے۔ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی تمام جلدوں سے نہ صرف سید مظفر حسین برنی کی اقبال دوستی کا اظہار ہوا ہے بلکہ علم شناسی اور ادب سے محبت کا اشارہ بھی نظر آتا ہے کیونکہ علم و ادب سے واقفیت کے بغیر اقبال شناسی میں نام پیدا کرنا نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔

سید مظفر حسین برنی نے اردو کے تمام لوازمات کو مدنظر رکھ کر ان خطوط کی ترتیب و تدوین کا جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ یقیناً دنیائے ادب کے لیے اہم دستاویز ہے۔ اس سے نہ صرف اقبالیات کے ماہرین بلکہ اردو ادب سے متعلق تحقیق میں خاطر خواہ معاونت میسر آسکتی ہے۔ محققین اس چار جلدوں پر موجود مجموعہ میں اقبال کی زندگی سے متعلق وہ تمام پہلو بھی ڈھونڈ سکتے ہیں جن کے لیے براہ راست کتب دستیاب نہیں۔ کلیاتِ مکاتیبِ

---

[11] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد اول، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1999ء)، 1183۔

[12] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد اول، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1999ء)، 1187۔

[13] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد دوم، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1999ء)، 1127۔

[14] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد سوم، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1999ء)، 1169۔

[15] محمد اقبال، **کلیاتِ مکاتیبِ اقبال**، جلد چہارم، مرتبہ سید مظفر حسین برنی (دہلی: اردو اکادمی، 1998ء)، 1099۔

اقبال سے اقبال کے خطوط کے حوالہ سے متعلقہ موضوع کے لیے خاطر خواہ مواد میسر آ سکتا ہے جس کی روشنی میں محققین دیگر کئی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی تحقیق کو عمدہ سے عمدہ ترین بنا سکتے ہیں۔

اصلاح کی گنجائش ہر جگہ موجود ہوتی ہے۔ سید مظفر حسین برنی سے میری ملاقات جو ۲۴ مارچ ۲۰۰۵ء کو ان کے گھر 'دلی' ہندوستان میں ہوئی ۔ اس ملاقات میں انہوں نے کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی چاروں جلدوں کا تحفہ عطا فرمایا اور کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی جلد اول کے پہلے صفحہ پر دستخط بھی فرمائے۔ ملاقات کے دوران آپ نے فرمایا تھا کہ تحقیق میں اصلاح کی گنجائش ہر جگہ اور ہر لمحہ موجود رہتی ہے۔ ماہرین اقبال شناس میری اس کاوش سے اپنی تحقیق میں مدد بھی حاصل کریں گے اور اس میں رہنے والی کمی اور خامیوں کو بھی دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

اقبال کے خطوط یک جا میسر آنے سے اقبالیات میں تحقیق و تنقید کے موضوعات کو مستند مآخذ آسانی سے دستیاب ہوئے ہیں۔ تحقیق کا دامن کشادہ ہوا ہے اور فکرِ اقبال کے دامن کو توسیع ملی ہے۔

☆☆☆